بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

أَلحَمْدُ لله رَبِّ العَالَمِينَ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِياءِ وَالمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِه وَصَحْبِه اَجمَعِين، وَبَعْدُ:

079: سورۃالنازعات کی مختصر تفسیر

سورۃالنازعات کی مختصر سی تفسیر کے درس کا آغاز کرتے ہیں۔ سورۃالنازعات مکی سورۃ ہےاور جب ہم یہ کہہ دیں کہ یہ مکی سورۃ ہے یعنی یہ مدنی سورۃ نہیں ہے اور کیونکہ آخری پارے کی تفسیر ہم کر رہے ہیں جزعمّ کی تفسیراس میں اکثر سورتیں مکی سورتیں ہیں۔ توآج کی نشست کی ابتداءاس موضوع سے کرتے ہیں مکی اور مدنی سورتیں یامکی اور مدنی آیات اورآسانی کے لیےاس پر میں پہلے بھی بات کر چکاہوں تدبرقرآن کے دروس میں لیکن شاید ساتھیوں کے پاس وقت نہیں ہے مراجع کااور revision کاتو میں مختصر سادوبارہ بیان کر دیتاہوں اور کوشش کرتاہوں کہ آسان طریقے سے میں ان کو بتاسکوں تاکہ ہمیں فنگر ٹپس پر یاد آ جائے۔ Rule of two یادرکھیں دوکارول یادرکھیں یعنی دوباتیں کروں گا میں، ہر چیز میں دوباتیں کروں گاتاکہ آسانی سے ہمیں یاد آجائے۔ مکی اور مدنی دوقسم کی آیات ہوتی ہیں۔ مکی آیات وہ آیات جوہجرت سے پہلے نازل ہوئیں، مدنی آیات وہ آیات جوہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔ یہ قول راجح ہےاس میں علماء کااختلاف ہے لیکن یہی قول راجح ہے علماء کاکہ مکی وہ آیتیں ہیں یاوہ سورتیں ہیں جوہجرت سے پہلے نازل ہوئیں، مدنی وہ آیتیں ہیں یاوہ سورتیں ہیں ہجرت کے بعد نازل ہوئیں۔

مکی آیات اور مدنی آیات کافرق کس اعتبار سے ہوتاہے؟ دوچیزوں کے اعتبار سے ہوتاہے:

1۔اندازبیان

2۔پیغام

اندازبیان میں دوچیزیں یادرکھیں، مکی سورتوں میں جواندازبیان ہے دوچیزوں پر مشتمل ہے:

1۔ سختی اور شدت کے الفاظ ہوتے ہیں،اندازبیان سخت ہوتاہےاور شدت کے الفاظ ہوتے ہیں۔

2۔آیات چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔

اور مدنی آیات کااندازبیان نرمی اور آسانی کی آیات ہوتی ہیں اور آیتیں لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ وجہ کیاہے؟ کیونکہ مخاطب دوقسم کے لوگ ہیں یامومن ہیں یاکافرہیں۔ ہجرت سے پہلے اکثرجومخاطب تھے عمومی طورپرمشرکین ہی تھے کافرہی تھےاور ہجرت کے بعد مخاطب مومن تھے۔

کافر کیونکہ وہ حق کو قبول نہیں کرتے یا کرنا نہیں چاہتے اس لیے الفاظ سختی کے شدت کے، آیتیں چھوٹی چھوٹی کیونکہ مناسبت اسی کی ہی ہے اگر لمبی آیتیں ہوتیں تو کون سنتا ہے! جس نے اعراض کیا ہوا ہے وہ پہلے سے نہیں سننا چاہتا آیتیں لمبی ہوتیں تو پھر ویسے نہ سنتے لیکن اگر چھوٹی چھوٹی دو دو تین تین الفاظوں پر مشتمل آیت ہو بعض وقت ایک لفظ کی آیت بھی ہے تو اس سے وہ غور سے سنتے ہیں اور نہ بھی سننا چاہیں تو کان میں پیغام پہنچ ہی جاتا ہے۔ سبحان اللہ۔ تو انداز بیان کے اعتبار سے مکی سورتوں میں سختی اور شدت کے الفاظ اور چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں کیونکہ مخاطب عمومی طور پر مشرکین ہیں اور کفار ہیں۔ اور مدنی آیات میں نرمی اور آسانی کی آیات اور لمبی لمبی آیات ہیں کیونکہ مخاطب عمومی طور مومنین ہیں۔

پیغام کے اعتبار سے (دوسری بات پیغام تھی) مکی سورتوں میں عمومی اور خصوصی دو چیزیں آپ کو نظر آئیں گی۔ عمومی طور پر جو پیغام ہے وہ توحید اور عقیدے کا ہے۔ توحید اور عقیدہ میں الگ الگ اس لیے بیان کر رہا ہوں تاکہ آسان ہو جائے اور توحید عقیدے میں سے ہی ہے لیکن زیادہ زور دیا گیا ہے توحید پر، مکمل عقیدے میں سے زیادہ تر توحید کی ہی بات ہوئی ہے۔ عمومی طور پر توحید اور عقیدہ اور خصوصی طور پر توحید عبادات اور آخرت پر ایمان یہ مکی آیتوں کا پیغام ہے۔

مدنی آیتوں یا مدنی سورتوں کا پیغام عمومی طور پر عبادات اور معاملات دو چیزیں ہیں اور ان میں سے خصوصی طور پر جو ہے احکام المنافقین اور احکام الجہاد (منافقوں کے احکام اور جہاد کے احکام) دو۔

پھر سے میں مختصراً بیان کرتا ہوں میرے ساتھ آپ غور سے سنیں۔ مکی اور مدنی دو قسم کی سورتیں ہیں Rule of two کی ہم بات کر رہے ہیں، مکی اور مدنی کی تقسیم دو اعتبارات سے ہوئی ہے، نمبر ایک انداز بیان اور نمبر دو پیغام۔

انداز بیان کے اعتبار سے مکی سورتوں میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں، سختی اور شدت کے الفاظ اور چھوٹی چھوٹی آیتیں مختصر سی۔ مدنی سورتوں میں انداز بیان نرمی اور آسانی کا ہے اور آیتیں لمبی لمبی ہیں۔

پیغام کے اعتبار سے مکی سورتوں میں عمومی طور پر جو پیغام ہے وہ توحید اور عقیدے کے تعلق سے ہے اور اسے کہتے ہیں آیات الایمان، نوٹ کرلیں آیات الایمان۔ مکی سورتوں میں آپ کو آیات الایمان ہی نظر آئیں گی زیادہ تر جن میں توحید اور عقیدے کا ذکر ہے۔ خصوصی طور پر توحید عبادت یا توحید الوہیت اور آخرت پر ایمان، خصوصی طور پر الایمان بالبعث (دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان)۔ آخرت پر ایمان اور اس سے اگر ہم خاص چیز پر دیکھیں زیادہ تر دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

مدنی سورتوں میں عمومی طور پر عبادت اور معاملات کے احکام بیان کیے گئے ہیں، خصوصی طور پر منافقوں کے احکام اور جہاد کے احکام اور ان آیات کو آیات الاحکام کہا جاتا ہے اور مدنی سورتوں میں یہ آیتیں پائی جاتی ہیں۔ واضح ہے؟ چلیں آگے چلتے ہیں۔

سورۃالنازعات:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾(قسم ہے ان فرشتوں کی جو کافروں بدکاروں کی روح غرق ہو کر کھینچ کر نکالتے ہیں)﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾(اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو گرہ کھول کر مومنوں کی روح آسانی سے نکالنے والے ہیں)﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾(اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیزی سے تیرنے والے ہیں)﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾(پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو دوڑ کر آگے بڑھنے والے ہیں)﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾(پھر ان فرشتوں کی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تدبیر کرنے والے ہیں)

(النازعات:1-5)۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کا آغاز قسم سے کیا ہے اور جب میں نے کہا یہ سورۃ مکی سورۃ ہے تو اس میں آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ جو ابھی میں نے بتایا ہے پیغام کے اعتبار سے اس سورۃ کا جو بنیادی پیغام ہے وہ ہے آخرت پر ایمان جس کا آغاز موت سے ہوا ہے اور موت قیامت کی سب سے پہلی سیڑھی ہے جسے چھوٹی قیامت بھی کہا جاتا ہے القیامۃ الصغریٰ کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو خاص الفاظ بیان فرماتے ہیں اس عظیم سورۃ میں وہ ہے قسم سے اس سورۃ کا آغاز کیا۔ قسم کے احکام اور مسائل میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں مختصراً۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کی بھی قسم کھالے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے وہ خالق ہے، مالک ہے تدبیر کرنے والا ہے اسی کی مرضی اسی کا حکم چلتا ہے لیکن مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی قسم کھانا شرک ہے جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ سلم فرماتے ہیں (جس نے قسم کھانی ہے تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے ورنہ خاموشی اختیار کرے)۔ دوسری حدیث میں (جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی ہے اس نے شرک کیا ہے یا کفر کیا ہے)۔ تو ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے شرعاً جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی قسم کھائی ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی خاص مخلوق ہیں جو آسانوں میں رہتے ہیں اور ابتداء ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ سے کیا ہے۔ سورۃ النبا کی آخری آیت کیا تھی؟ ﴿يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾(النبا:40) کافر کہے گا کاش! میں مٹی ہوتا۔

یہ کافر مرا کیسے تھا اس کو موت کیسے آئی تھی؟ یہ تو میدان محشر میں جب حساب کتاب دیکھے گا اور اپنا انجام اسے نظر آئے گا تب یہ حسرت بھرے الفاظ کہے گا اس کو موت کیسے آئی تھی؟ ایک سوال ذہن میں اٹھتا ہے کہ نہیں؟

مکی آیتوں میں محاجۃ بھی ہوتا ہے حجت قائم کرنا لازمی ہوتا ہے کیونکہ سننے والا معرض ہے ماننا نہیں چاہتا تو اس سے پوچھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ خود جواب دے دیتا ہے سبحان اللہ۔ کیسے مرا تھا یہ؟ ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾۔ فوراً اس کے بعد جب آپ پڑھتے ہیں تسلسل سے قرآن مجید تو ذہن میں سوال اٹھتا ہے کہ یہ مرا کیسے تھا؟ یہ تو انجام اس کا میدان محشر میں ہے یہ مرا کیسے تھا؟ ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾۔ کافر بدکار انسان جب مرتا ہے جب اس کو موت آتی ہے تو خاص فرشتے جہنم سے آتے ہیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے ان کے پاس جہنم کے کفن ہوتے ہیں اور فرشتہ آکر کہتا ہے (اے خبیث روح! نکلو اپنے ربّ کی طرف جو آج تم سے سخت ناراض ہے)۔ جب روح یہ سنے گی اور کالے سیاہ چہرے والے فرشتے دیکھے گی تو ڈر جائے گی۔ پہلے تو اس نے دیکھا ہے پہلے سے ڈری ہوئی ہے جب یہ خبر سنے گی سختی سے یہ فرشتہ کہے گا کہ تیرا ربّ تجھ سے آج سخت ناراض ہے تو وہ غرق ہو جائے گی جسم کے اندر اور پھیل جائے گی ڈر کے مارے۔ تو فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس نے روح قبض کرنی ہے وہ اس شخص کے جسم کے اندر غرق ہو جاتا ہے ڈوب جاتا ہے اور اس کی روح کو جسم کے ایک ایک حصے سے نکالتا ہے کھینچ کر، وہ نکلنا نہیں چاہتی ڈر کے مارے تو کھینچ کر نکالتا ہے۔

تو اس پیغام کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرما رہے ہیں دو لفظوں میں ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾۔ مجھے بیان کرنے میں پانچ منٹ لگ گئے ہیں اور تقریباً دو سو الفاظ میں نے کہے ہوں گے شاید اور اللہ تعالیٰ نے اس پوری تقریر کو دو لفظوں میں بیان فرمایا ہے ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾۔ کافر کی روح بھی نکل گئی ہے اور اب عمل کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب عمل اس کے لیے کوئی فائدہ مند نہیں ہے جو وہ کر چکا ہے اب اس کا انجام اس نے دیکھنا ہے اس کا حساب دینا ہے۔

جب اس کا ذکر کیا ہے ﴿وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا﴾ اچھا مومن پھر کیسے مرا ہے؟ فوراً سوال ذہن میں آتا ہے کوئی ایسے لوگ بھی ہیں جن کا انجام ان سے اچھا ہو سکتا ہے وہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ (اور قسم ہے ان فرشتوں کی)۔ یہ فرشتے ویسے فرشتے نہیں ہوں گے جنھوں نے ابھی اس کافر بدکار کی روح کو قبض کیا ہے ﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ (قسم ہے ان فرشتوں کی جو مومنوں کی روح کو آسانی سے قبض کرتے ہیں)۔

کیسے نکالتے ہیں؟ اب دیکھیں قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے ﴿غَرْقًا﴾ ہے اور ﴿نَشْطًا﴾ ہے اور یہ دونوں عربی لفظ ہیں، غرق ہونا بھی سب جانتے ہیں کہ غرق ہونا کیا ہوتا ہے اور نشطاً عام طور پر جو مشکیز ہوتی ہے پانی کی۔ آج کل تو بوتلیں ہیں اور ہمارے پاس ٹیکنالوجی ہے فرج وغیرہ ہے اور ڈسپنسر وغیرہ پانی کے ہیں تو بڑی آسانی سے ہم یوں ایک پریس کرتے ہیں اور پانی آسانی سے نکلتا ہے۔ اس زمانے میں پانی کی قلت تھی اور مشکیزوں میں پانی لے کر آیا کرتے تھے اور مشکیز کے اوپر ایک گرہ ہوتی

تھی تاکہ پانی جو ہے گرنے نہ پائے اور اتنی آسانی سے اس گرہ کو ڈالتے تھے تاکہ بندہ پیاسا ہوتا پھر اس کو یہ آدھا گھنٹہ نہ لگے جیسے کہ اس کو کھولتے کھولتے ٹائم لگ جائے تو یوں اس کو پکڑتے تھے ایک جگہ سے صرف کھینچنے کی دیر تھی اور فوراً پانی کے قطرے نکلنا شروع ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو سب سے آسان ترین مثال تھی ناں اس زمانے کی اس سے مومن کی روح قبض کرنے کو بیان فرمایا ہے۔﴿وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا﴾ جیسے کہ مشکیزہ کو پانی نکالنے کے لیے اس کی گرہ کو صرف تھوڑا سا کھول دیا جاتا ہے اور پانی نکلنا شروع ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ مومن کی روح کو اس طریقے سے قبض کرنے کا حکم دے گا۔

پھر اور بھی اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو یہ روح لے کر جاتے ہیں پھر کہاں جاتے ہیں؟ فرشتے ہیں تو آسمان کی مخلوق زمین پر کیسے رہتے ہیں یہ چلتے پھرتے کیسے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے پھر قسم کے انداز میں ﴿وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا﴾ (قسم ہے ان فرشتوں کی جو تیرتے رہتے ہیں)۔ سبحان اللہ، اور فرشتوں کی حرکت تیرنے سے ہوتی ہے۔ روح جب لے کر جاتے ہیں پھر زمین پر نہیں رہتے چاہے وہ کافر بدکار کی روح ہو چاہے مومن کی روح ہو آسمان کی طرف لے کر جاتے ہیں پھر کافر کی روح کو بھی واپس لے کر آیا جاتا ہے اور مومن کی روح کو بھی واپس لے کر آیا جاتا ہے لیکن ان دونوں کو برابر طریقے سے نہیں لے کر آیا جاتا۔

﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾ پھر فرشتے جو ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا حکم جب سنتے ہیں تو سبقت لے کر جاتے ہیں آگے۔ یعنی یہ پیغام ہے کہ اے مومن! تیری روح تو آسانی سے قبض ہونے والی ہے ان شاءاللہ جب تو مرے گا لیکن تو میرے احکام کس طریقے سے سنتا ہے پھر احکام کس طریقے سے بجالاتا ہے، میری ایسی مخلوق بھی ہے ایک حکم پر سبقت کرتے ہیں ایک دوسرے پر کیا تو بھی ایک دوسرے پر سبقت کرتا ہے کہ نہیں کرتا؟ یعنی یہ پیغام چھپا ہوا ہے سبحان اللہ۔﴿فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا﴾(اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق)۔

﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾(اور پھر ان فرشتوں کی قسم ہے جو تدبیر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی)۔ فرشتے میں اتنی طاقت ہے اتنی اسپیڈ ہے اور اتنے بڑے فرمانبردار ہیں کہ ان کی اپنی بھی کوئی چلتی ہے؟ کچھ نہیں چلتی ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾ تدبیر تو وہ کرتے ہیں خاص فرشتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو متعین کر دیا ہے ان کے ذمے کام لگا دیا ہے۔ ہمارے ذمے ایک کام لگایا ہے اور فرشتوں کے ذمے کئی کام ہیں ان میں سے بعض فرشتوں کے ذمے خاص کام بھی ہیں۔

سیدنا جبریل علیہ الصلاۃ والسلام مؤکل ہیں۔ کس کے لیے؟ وحی کے لیے۔ سیدنا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام صور پھونکنے کے لیے ہیں۔ موت کا فرشتہ روح قبض کرنے کے لیے ہے۔ اور فرشتے جو لکھ رہے ہیں دائیں بائیں وہ لکھ رہے ہیں، رضوان جنت کا فرشتہ

ہے اور مالک جہنم کا فرشتہ ہے داروغہ ہے علیہم الصلاۃ والسلام۔ تو یہ خاص عمل بھی ہیں فرشتوں کے سبقت بھی لے جاتے ہیں تدبیر بھی کرتے ہیں لیکن اللہ کے حکم سے کرتے ہیں ان کی اپنی مرضی کوئی نہیں چلتی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس مقدمے کے بعد﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾۔ یہ تو فرشتوں کی بات تھی اصل بات اب یہ آنے والی ہے ذرا سن لو اے انسان! ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ﴾ (جس دن کانپنے والی کانپے گی) ﴿تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾ (اس کے پیچھے آنے والی آئے گی) (النازعات:6-7)۔ صور پھونکا جائے گا دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور دنیا کا خاتمہ ہو گا۔ پہلا صور پھونکا جائے گا سب ختم ہو جائے گا پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا اور سب دوبارہ زندہ ہوں گے۔

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝٦ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ﴾ یہاں پر دیکھیں آپ بیچ میں کوئی لفظ نہیں ہے کوئی اور حرف نہیں ہے۔ مرنے والے کو لگے گا کہ صور پھونکا گیا ہے سب ختم ہو گیا ہے دوبارہ صور پھونکا گیا میدان محشر میں دیکھیں گے ہم پھر اپنے آپ کو اس وقت ہم نے کیا حساب دینا ہے۔

کیسے لوگ ہوں گے اس دن؟ ﴿قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝٨ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ﴾ (کتنے دل اس دن دھڑکتے ہوں گے ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی) (النازعات:8-9)۔ دوبارہ زندہ ہوئے حالت کیا ہے؟ ﴿قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ﴾ اس دن بعض لوگوں کے دلوں کی حالت یہ ہو گی شدید ڈر ہو گا ڈر کی وجہ سے دل شدید دھڑک بھی رہے ہوں گے اور ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

دل کی حالت بتائی اور نگاہوں کی حالت بھی بیان فرمائی ہے کہیں گے کیا؟ ﴿يَقُولُونَ أَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ﴾ (وہ کہتے ہیں کیا ہم پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے ؟) ﴿أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً﴾ (کیا جب ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو چکے ہوں گے) ﴿قَالُوا﴾ پھر جواب بھی وہی دیں گے ﴿قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾ (وہ بولے یہ پھر خسارے والی واپسی ہے) (النازعات:10-12)۔

اگر واپسی کا دن آیا ہی ہے اور ہم حساب کے لیے کھڑے بھی کر دیئے گئے ہیں تو پھر خسارے کے سوا کچھ ہمارے ہاتھ میں آنے والا نہیں ہے۔ یہ ایک قسم کے لوگ ہیں دوسری قسم کے لوگ ان کے برعکس ہیں جو سکون میں ہوں گے اطمینان میں ہوں گے خیر میں ہوں گے کیونکہ زندگی ان کی خیر پر گزری ہے ایمان، توحید اور سنت پر گزری ہے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں گزری ہے اسلام اور ایمان میں گزری ہے، ان کے دل بھی مطمئن ہیں خشوع و خضوع طاری تھا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝١٣ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ﴾ (بات تو یہ ہے ایک صرف ڈانٹ پڑے گی جس سے وہ میدان میں کھڑے ہو جائیں گے) (النازعات:13:14)۔

پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ مثال کے طور پر ایک قصہ بیان فرماتے ہیں جس میں یہ پتہ لگتا ہے کہ مومن اور کافر کی زندگی کیسے ہوتی ہے، انجام تو بتادیا ہے اب زندگی میں کیسے لوگ تھے۔ یہ قصہ بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾(اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا تمہارے پاس سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی بات پہنچی ہے) ﴿اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾(جب اس کو اس کے ربّ نے پکارا طویٰ کے مقدس میدان میں)۔کیوں پکارا کیا پیغام دیا ؟﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾(کہ فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے سرکشی کی ہے حد سے گزر چکا ہے طغیانی پر اتر آیا ہے)(النازعات:15-17)۔

سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر اولوالعزم رسل میں سے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مومنوں کے سردار ہوتے ہیں۔دوسری طرف اس دنیا کا بدترین کافر بدترین انسان جو کافروں کا سردار تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیارے پیغمبر کو اس عظیم پیغمبر کو اپنے اس بدکار بندے کی طرف بھیجا ہے فرعون کی طرف اور یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کی حالت کیا ہے ﴿طَغٰى﴾ طغیانی پر آگیا ہے حد سے گزر گیا ہے۔

کہنا کیا ہے ؟﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى﴾ ابتداء دیکھیں (بس تم اس سے کہو کیا تجھ کو خواہش ہے کہ تو سنور جائے کیا تو سدھرنا چاہتا ہے کہ نہیں سدھرنا چاہتا)(النازعات:18)۔فرعون یہ سمجھتا ہے کہ وہ سدھرا ہوا انسان ہے، ہر کافر سمجھتا ہے کہ وہ سدھرا ہوا انسان ہے، ہر بدکار سمجھتا ہے کہ وہ سدھرا ہوا انسان ہے وہ ٹھیک ہے لیکن جب کوئی اسے نصیحت کرتا ہے اور پیغام دیتا ہے کہ تمہارے اندر یہ غلطی ہے اگر وہ جانتا نہیں تھا اب اس کو پتہ چلا گیا ہے کہ یہ غلطی میرے اندر موجود ہے حجت قائم ہوگئی ہے اور اکثر تو جانتے ہی ہیں۔

الغرض ﴿هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى﴾ تو تزکیہ چاہتا ہے اپنے آپ کو پاک کرنا چاہتا ہے، کفر کو چھوڑ کر ایمان کی طرف آنا چاہتا ہے اپنے ربّ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہے، راہ راست کو اختیار کرنا چاہتا ہے ﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾(النازعات:19)۔سنورے گا کیسے تو سدھرے گا کیسے تو؟ میں تجھے وہ راستہ دکھاتا ہوں تو تجھے تیرے ربّ سے جا کر ملا دے اور تو ڈرنے والا بن جائے۔یعنی میں کوئی نئی چیز نہیں لے کر آیا ہوں تمہارے لیے، سبحان اللہ ﴿وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى﴾(اور میں تجھے تیرے ربّ کی طرف راہ دکھاؤں پس تو ڈر جائے)۔

فرعون سرکش تھا اور انکار کیا بھئی ''تم ہو کون! میں تو تمہیں جانتا ہوں ایک قتل کرکے تم بھاگے ہوئے انسان ہو اور اس وقت تم یہ کہہ رہے ہو کہ تم بڑا پیغام لے کر آئے ہو میرے لیے اور وہ بھی اپنے ربّ کی طرف سے لے کر آئے ہو''۔تو اس سے پہلے کہ

فرعون اپنی طاقت دکھاتااور کوئی نقصان پہنچاتاسیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کواللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کی حفاظت پہلے سے ہی کر دی تھی۔ معجزہ، بڑی آیتیں اپنے پیارے پیغمبر کو دی ہیں۔اللہ تعالیٰ چاہتا تو آسمان سے بجلی گرا دیتا ناں فرعون پر۔ نہیں ؟! کن فیکون سے دل کی دھڑکن رک جاتی فرعون کیا کر سکتا ہے لیکن نہیں یہ دین فطرت ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد سے صرف دنیا کو تباہ کر دے اور فاتح ہو جائے۔ یہ کس نے کہا ہے تو پھر مومن کون رہے گا ؟! عبادت کون کرے گا ؟ فرمانبرداری اپنے ربّ کی کون کرے گا؟ جب سب کا ہی خاتمہ کرنا ہے تو بچے گا کون !

تو اصل مقصد صرف فرعون نہیں تھا اس کے سارے ساتھی سارے کافر تھے سب پر حجت قائم ہونی تھی اور اصل مقصد بھیجنے کا بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و ستم سے آزاد کرنا تھا۔اس نے اگر ہدایت کے راستے کو اپنا لینا ہے تو اس کے لیے بہتر ہے انکار کرنا ہے تو اسی کے لیے نقصان ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے عقل بھی دی تھی سمجھ بھی دی تھی اپنے ملک کا بادشاہ تھا۔ پاگل تھا کیا یا چھوٹا بچہ تھا غیر مکلف تھا؟! نہیں۔

اب اس نے کیا کیا؟ اس سے پہلے کہ وہ اپنی طاقت دکھا کر کوئی نقصان پہنچاتا﴿فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴾(سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے بڑی آیت دکھادی)(النازعات:20)۔ لاٹھی ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھینکی وہ سانپ بن گئی۔ سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی آیت دکھادی اور اپنا کام کر دیا۔

اب ری ایکشن دیکھیں فرعون کا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى﴾، ﴿فَكَذَّبَ ﴾(زبان سے جھٹلایا)﴿وَعَصٰى﴾(دل سے انکار کیا)﴿ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى﴾(پھر پیٹھ موڑ کر چل دیا)(النازعات:21)۔

سبحان اللہ، یعنی سرکشی کی انتہا۔ طغیانی ہوتی ہے لیکن انتہا کر دی ہے صرف زبان سے انکار نہیں کیا صرف دل سے نہیں کیا عمل سے بھی کر کے دکھایا ہے کافر تو کافر ہی ہوتا ہے ناں۔ سارے کافر برابر نہیں ہیں انجام میں سب برابر ہیں سب جہنمی ہیں اور جہنم کے بھی نعوذ باللہ درکات ہیں۔ کوئی نیچے کافر ہے، کوئی سخت عذاب میں پھر اس سے کم پھر اس سے کم الغرض جہنمی تو وہ ہے لیکن دنیا میں بھی جیسے وہ ری ایکٹ کرتے ہیں مومنوں کے ساتھ ان کا انجام بھی ویسا ہی ہو گا قیامت کے دن سب برابر نہیں ہوں گے ۔ جہنم میں تو ہیں وہ سارے لیکن عذاب میں برابر نہیں ہوں گے۔

اب سرکشی دیکھیں جب﴿طَغٰى﴾ فرمایا ہے اب اس طغیانی کو دیکھیں کہ کس انداز سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ زبان سے بھی طغیانی ہے دل سے بھی ہے اور عمل سے بھی ہے صرف تین لفظوں میں﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝٢١ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى﴾۔

پھر کافی ہے؟ نہیں۔﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴾(جمع کیالوگوں کوسب کواوراعلان کیا)﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾پوری دنیامیں سب سے بدترین بات اگر کسی انسان نے کی ہے تووہ یہ ہے کہ (میں تمہاراسب سے بڑارب ہوں)(النازعات:23-24) ۔

بس یہ کہناتھا"ف""وَ"نہیں ہے"،واخذہ"نہیں ہے﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾(پس اللہ تعالیٰ نے اس کودنیااور آخرت کی سزامیں پکڑا(النازعات:25)۔

"ف"کیوں ہے؟ تھوڑی مہلت تودی تھی ناں۔جب فرعون نے کہا﴿فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾آسمان سے بجلی گری کیااس کا خاتمہ ہوگیازندہ رہاکہ نہ رہا؟اللہ تعالیٰ نے پھر بھی موقع دیاہے کہ اے فرعون توسدھر جاسنبھل جاتو۔ایک آیت نہیں﴿تِسْعَ اٰيٰتٍۭ﴾(الاسراء:101) نوآیتیں اللہ تعالیٰ نے دکھائی ہیں فرعون کو۔سبحان اللہ ،اور آخر میں جب سمندردوحصوں میں پھٹ گیااور ﴿طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا﴾(طه:77)بن گیاوہاں پر فرعون دہل گیاتھالیکن ہٹ دھرمی اتنی تھی سرکشی اتنی تھی کہ زبان پر کلمہ نہ آ سکا۔جب غرق ہونادیکھاکہ میں غرق ہورہاہوں اب کوئی راستہ نہ رہاہی نہریں میرے محل کے نیچے سے بہتی تھیں اب اسی پانی میں غرق ہورہاہوں میں کہاں کا ربّ ہوں میں تواپنے آپ کواس پانی سے نہیں بچاسکتاتواس وقت اقرار کیاکہ "بنی اسرائیل کے ربّ پرمیں ایمان لے آیاہوں"۔ نہیں اب کوئی فائدہ نہیں ہے ایمان کا۔

جب موت سامنے آجائے اور وہ حلق تک پہنچ جائے توبہ کادروازہ بند ہے۔ تمہیں مہلت دی تھی زندگی ساری مہلت دی تھی، تمہیں صحت بھی دی عافیت بھی دی،مال بھی دیادولت بھی دی،ملک بھی دیانوکر بھی دیئے،اپنے مومنوں کومیں نے تمہاراغلام بھی بنایا۔چھ سوسال کی غلامی تھی بنی اسرائیل کی اندازہ لگاسکتے ہیں!اوریہ سرکش آخری وقت تک کفر کی حالت میں اپنے آپ کو سب سے بڑاربّ سمجھتارہا۔دل کی گہرائیوں میں مانتاتھاکہ وہ خالق نہیں ہے رازق نہیں ہے تدبیر کرنے والا نہیں ہے کسی اور نے اس کوپیداکیاہے کوئی اوررزق دیتاہے کوئی اوراس کوصحت اور عافیت دیتاہے اس کوپتہ تھا۔

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ﴾(النمل:14)اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔انکار توکیاہے جھٹلایاتوہے جاننے کے بعد ،جحود کامطلب ہے جاننے کے بعد جھٹلانا۔جحود(تکذیب)ویسے جھٹلادینابغیر جاننے کے بعد۔توجاننے کے بعد جھٹلایاہے فرعون نے اوراس کی قوم نے اپنے نفس پر ظلم کیاہے سرکشی کی وجہ سے اور تکبر کی وجہ سے۔

الغرض﴿ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ؕ۝۲۵ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴾(النازعات:25:26)۔

اب اس پورے قصے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں(بے شک اس میں اس کے لیے عبرت ہے جوڈرجائے)۔

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان ہی کے لیے عبرت ہے ایسے قصوں میں۔اب یہ انسان سب سے بڑا طاقتور ہو جائے سب سے بڑا بادشاہ ہو جائے لیکن کفر کا راستہ اختیار کر لے نافرمانی کا راستہ اختیار کر لے فرعون سے بڑا بادشاہ نہیں ہو سکتا فرعون سے بڑا سرکش نہیں ہو سکتا۔کیا خیال ہے انجام کیا ہو گا؟فرعون کو اس کی طاقت،اس کا مال،اس کی دولت،اس کی سرکشی،اس کا شر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات نہ دلا سکے تو اے انسان!تو کیا کر سکتا ہے!اب فرعون کے بعد کون ہے جو دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ بھی بننا چاہتا ہے یا بن بھی جائے اور اپنے ربّ سے مقابلہ بھی کرے جنگ پر اتر آئے،اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے جنگ بھی کر لے اور پھر وہ اللہ کی پکڑ سے بھی بچ جائے ممکن ہے کیا؟!سبحان اللہ۔

عبرت ہے ان کے لیے جو ڈر جاتے ہیں اس لیے جو ڈر جاتا ہے اس کی زندگی بھی سنور جاتی ہے آخرت بھی سنور جاتی ہے۔عجب بات ہے کہ انسان ہر چیز سے ڈرتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو بہت کم لوگ ڈرتے ہیں!إلا من رحم اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔اپنی زندگی کی حالت کو دیکھ لیں میں صرف کافروں کی بات نہیں کر رہا ہوں جو ربّ کو مانتے ہی نہیں ہیں میں آج اس مسلمان کی بات کر رہا ہوں جو اتنا بڑا منہ کھول کر اتنی لمبی زبان نکال کر کہتا ہے میں اپنے ربّ سے ڈرتا ہوں اور پھر یہ یہی مسلمان ہوتا ہے جو نافرمانی کرتے وقت اپنے ربّ کو بھلا دیتا ہے غافل ہو جاتا ہے۔کبھی بیوی کے ڈر کی وجہ سے،کبھی اولاد کے ڈر کی وجہ سے،کبھی دوستوں کے ڈر کی وجہ سے،کبھی نوکروں کے ڈر کی وجہ سے،بس جو ڈر گیا جیسے کہتے ہیں ناں جو ڈر گیا وہ مر گیا۔کیسے مر گیا وہ؟جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہے ناں وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کامیاب وہ ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کا انجام بھی درست ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (انسان کو تو دیکھ لیا فرعون کی طاقت بھی دیکھ لی ہے اس سے بڑھ کر کیا کافر آنے والا ہے!)﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا﴾(اے انسان!ذرا دیکھو اپنے آپ کو کیا تمہارا بنانا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا؟)(النازعات:27)۔

انسان اپنے آپ کو بھی دیکھتا ہے چھ فٹ پانچ فٹ کا قد یوں آسمان کی طرف دیکھتا ہے جہاں تک نگاہ جاتی ہے آسمان ہی آسمان ہے ختم ہونے کو نظر آتا ہے کبھی؟سبحان اللہ۔کیا تمہارا پیدا کرنا اے انسان!مسکین فقیر حقیر ذرا اپنی اوقات تو دیکھ تم کیا تمہارا بنانا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کا بنانا اور پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے؟اللہ تعالیٰ کے لیے سب آسان ہے لیکن اے عقل والے انسان ذرا تو تو سوچ!انکار تو نے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرے گا اچھا ذرا سوچو پھر کیا تمہارا ابتداً پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کو پیدا کرنا مشکل ہے اتنے بڑے وسیع آسمان کو؟جواب کیا ہے؟آسمان ہی ہے معروف بات ہے۔کافر بھی اقرار کرتا ہے کہ آسمان عظیم مخلوق ہے اور انسان کیا ہے اس کے سامنے﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا﴾۔

﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا﴾(چھت کو اللہ تعالیٰ نے (ایک تو صرف بنانا ہے پھر بہترین طریقے سے بنانا ہے) ﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا﴾سیدھا بھی کر دیا ہے ہموار کر دیا ہے بلند بھی کر دیا ہے) ﴿وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا﴾(اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کو روشن کر دیا)(النازعات:28-29)۔

کبھی سوچا ہے اگر ہمیشہ دن ہوتا یا ہمیشہ رات ہوتی ہماری زندگی کیسی ہوتی؟ یہ تنوع ہماری آسانی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بھی ثبوت ہے۔ جو آسمان کے حالات کو بدل سکتا ہے اتنا طاقتور اور قادر ربّ ہے تو پھر وہ مجھے نہیں بدل سکتا! میری حالت نہیں بدل سکتا یا مجھے پکڑ نہیں سکتا! سبحان اللہ۔

﴿رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝٢٨ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا﴾آسمان، زمین کا کیا ہوا؟﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا﴾ (النازعات:30)۔اور جس زمین پر تو چلتا ہے اے انسان! اسے سیدھا کس نے کیا ہے ہموار کس نے کیا ہے؟(اللہ تعالیٰ نے ہی اس کے بعد یعنی آسمان کو اٹھانے کے بعد بنانے کے بعد زمین کو بچھا دیا ہے بچھونا بنا دیا ہے)۔ کبھی پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے کتنی مشکل اور مشقت ہوتی ہے اگر ساری زمین ایسے ہی ہوتی جیسا کہ پہاڑ ہے کیسے رہتے ہم؟! لیکن بچھا دیا ہے زمین کو کھلے کھلے میدان ہیں سیدھی زمین ہے۔

﴿اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا﴾((زمین کو ہموار بھی کیا بچھا بھی دیا ہے پھر) نکالا اسی زمین میں سے اس کا پانی اور اس کا چارہ)۔ یہ پانی زمین کا ہی ہے اسی سے ہی نکالا ہے یہ چارہ بھی زمین سے نکلا ہے۔

﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا﴾(اور پہاڑوں کو قائم کیا)۔ یہ سب کس لیے کیا اللہ تعالیٰ نے؟

﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ﴾(تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لیے)(النازعات:31-33)۔

دنیا ہماری ایسے گزرتی ہے ہم فائدے اٹھاتے رہتے ہیں ہر چیز سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے یہاں تک کہ یہ سورج جو لاکھوں میل ہم سے دور ہے اس سے بھی ہم نے فائدہ اٹھایا ہے سولر سسٹم ہم نے بنایا ہے اس کی انرجی اس کی طاقت سے ہم نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بڑی بڑی مخلوقات کو ہمارا مسخر بنا دیا ہے، شریف مخلوق ہم اشرف المخلوقات کہلاتے ہیں اور ہم نے پہاڑوں کو چیر کر بھی راستے بنائے ہیں آسمانوں میں جہاز بھی چلائے ہیں، سمندروں میں آبدوزیں بھی چلائی ہیں کیا کچھ ہم نے نہیں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں روکا نہیں ہے سبحان اللہ آسانی کر دی ہے﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ (الضحیٰ:11)۔

کتنی بتاؤں میں کس کس نعمت کا ذکر کروں میں لیکن یاد رکھیں ہر نعمت کا ہم نے جواب دینا ہے ایک ایک نعمت کا جواب دینا ہے۔ واللہ! یہ ائیر کنڈیشنگ ہے یہ سسٹم ہے، یہ آسانی سے بیٹھے ہیں جس کرسی پر بیٹھے ہیں جس آسانی سے بیٹھے ہیں اس نعمت کا بھی ہم

نے جواب دینا ہے۔ نعمتیں گن نہیں سکتے تو جواب کیا دیں گے ہم کس کس کا جواب دیں گے ؟! ﴿ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ﴾(التکاثر:8)۔ ﴿لَتُسۡـَٔلُنَّ﴾(لازمی طور پر سوال کیا جائے گا)۔

فائدہ اٹھاتے رہے اٹھاتے اٹھاتے موت آگئی موت سے سورۃ کی ابتداء ہوئی اب دیکھیں اختتام کیسے ہو رہا ہے سورۃ کا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى﴾(پھر جب وہ بڑا ہنگامہ آئے گا قیامت آئے گی الطامۃ الکبریٰ آئے گی)(النازعات:34)۔

دنیا میں بہت ساری مصیبتیں آتی رہتی ہیں سب سے بڑی مصیبت دنیا کے اعتبار سے موت ہے اور اس سے بڑھ کر مصیبت قیامت کا دن ہے الطامۃ الکبریٰ۔ الطامۃ الصغریٰ موت ہے اور اسے سے پہلے دنیا میں جتنی بھی کوئی انسان سوچ لے سب سے بڑی مصیبت ابھی تک کیا اس کو آئی ہے؟ مال کا نقصان ہے، صحت کا نقصان ہے، اولاد کا فقدان ہے، کیا چیز ہوئی ہے جو کچھ بھی ہوا ہے سب سے بڑی مصیبت دنیا کے اعتبار سے موت ہے ﴿مُّصِيۡبَةُ الۡمَوۡتِ﴾(المائدۃ:106) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصیبت ہے اور اس سے بڑھ کر ہے الطامۃ الکبریٰ۔

کیوں وجہ کیا ہے ؟اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَوۡمَ يَتَذَكَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰى﴾(اس دن انسان یاد کرے گا جو اس نے کمایا)(النازعات:35)۔ اپنے اعمال یاد کرے گا اس کے سامنے اس کے اعمال آ جائیں گے سارے۔ آج جو کچھ ہم کر رہے ہیں واللہ! ہمارے سامنے یہ سارے کے سارے اعمال مرنے کے بعد میدان محشر میں ہمیں دکھائے جائیں گے۔

ایک طرف اعمال دیکھ رہے ہوں گے اپنے دوسری طرف ﴿وَبُرِّزَتِ الۡجَحِيۡمُ لِمَنۡ يَّرٰى﴾(اور جہنم اس کے لیے ظاہر کردی جائے گی جو دیکھ رہا ہو گا) (النازعات:36)۔ اور اس وقت سب دیکھیں گے ستر ہزار لگام ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے گھسیٹ کر جہنم کو لے کو آئیں گے۔ ذرا اندازہ لگائیں اس دن کیا حالت ہو گی اس انسان کی!

دو قسم کے لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى ۝٣٧ وَاٰثَرَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۝٣٨ فَاِنَّ الۡجَحِيۡمَ هِىَ الۡمَاۡوٰى﴾(النازعات: 37-39)۔ یہ جو جہنم آئی ہے ناں سامنے جو دکھادی گئی ہے سب دیکھ رہے ہیں اب دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو اس سے بچنے والے ہیں۔

جو ایندھن بنیں گے وہ کون ہیں وہ کیا ہیں اور کیوں جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں؟ ﴿فَاَمَّا مَنۡ طَغٰى﴾(پس جس نے سرکشی کی)۔

کیا کیا تھا فرعون نے؟ ﴿اِذۡهَبۡ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾(النازعات:17)۔ ایک راستہ فرعون کا ہے سب سے بڑا طاغی وہ تھا اپنے زمانے کا اس کے بعد ہر وہ شخص جو اس کے راستے پر چلتا ہے وہ بھی طاغیہ ہے اور طغیانی پر اترنے والا ہے اس کے اندر بھی کچھ نہ

کچھ فرعونیت موجود ہے سرکشی موجود ہے پس جس نے سرکشی کی ﴿وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ (اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی)۔ یہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں سرکش وہی کرتا ہے جو دنیا کو ترجیح دیتا ہے دنیا کا پجاری ہے عبد الدرہم عبد الدینار ہے اسے دنیا ہی چاہیے آخرت کے بارے میں اس نے کبھی سوچا ہی نہیں ہے۔

کافر تو مانتا ہی نہیں ہے اور کتنے ایسے مسلمان ہیں إلا من رحم الله سبحانه و تعالىٰ جو مرنے کا یقین بھی رکھتے ہیں آخرت کا یقین بھی رکھتے ہیں، جنت اور جہنم پر یقین بھی رکھتے ہیں لیکن دنیا کے پیچھے بھاگ رہے ہیں دنیا کے لیے اپنے رشتے کو توڑا ہے والدین کو رلایا ہے، اپنے دوستوں سے جدائی ہوئی ہے، مسلمانوں پر ظلم کیا ہے، رشوت لی ہے سود کھایا ہے، ناجائز قبضے کیے ہوئے ہیں حرام کھا رہا ہے، یہاں تک کہ اپنے ربّ کو بھی ناراض کر دیا ہے۔ کیوں؟

دنیا کے پیچھے۔ ارے دنیا تو تُو چھوڑ کر جانے والا ہے ساتھ لے کر جائے گا کیا! سن لو! ﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى﴾ اس سرکش انسان کی ایک نشانی بھی تھی دنیا میں اب سرکشی دنیا میں کرتا تھا اسے نظر نہیں آتی تھی لیکن اس کی ایک نشانی جو سب دیکھ سکتے ہیں وہ بھی اپنا حساب کر سکتا ہے اور ہر انسان سن لے جو اپنے آپ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ سرکش ہے کہ نہیں وہ یہ دیکھ لے کہ اس کے دل میں دنیا کی کیا قیمت ہے پتہ چل جائے گا۔ دنیا کا پجاری دنیا کے پیچھے بھاگنے والا انسان سرکش انسان ہے اور اس کا انجام:

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝٣٧ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٣٨ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾۔

آج ہم اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ رہے ہیں یوں لگتا ہے کہ یہ سامنے سب کچھ ہو رہا ہے ہمارے انداز بیان دیکھا ہے۔ واللہ! وہ دن آنے والا ہے جب حقیقتاً یہ سب ہو گا حقیقتاً ہو گا آج وقت ہے سوچنے کا سمجھنے کا سدھرنے کا کل وقت حساب کا ہو گا انجام کے صرف دو راستے ہیں دو انجام ہیں ﴿فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ سے اگر بچنا ہے کہ یقیناً اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اس سے اگر بچنا ہے تو پھر سن لو ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ (النازعات:40-41) اور جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اور اپنے نفس کو اپنے آپ کو اپنے دل کو خواہش نفس سے روکے رکھا منع کرتا رہا کہ اے نفس تو صبر کر حرام سے بچ حرام کی طرف مت دیکھ، حرام مت سن حرام کی طرف مت جا، صبر کرتا رہا ہے اپنے نفس کو روکتا رہا ہے ڈانٹتا رہا ہے کیونکہ اسے یقین ہے کہ اسے حساب کے لیے اس کے ربّ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور وہ ڈرتا ہے اپنے ربّ سے، وہ شرماتا ہے کہ جب مجھے اپنے ربّ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اپنے ربّ کو میں کیا منہ دکھاؤں گا کیا حساب دوں گا میں اور یہ لازم وملزوم ہے یاد رکھیں۔ جو حساب سے ڈرتا ہے وہ اپنے نفس کو بھی برائی سے روکتا رہتا ہے اور جس کو حساب کی کوئی پرواہ نہیں ہے

اس نے اپنے نفس کو آزاد کیا ہوا ہے وہ اپنی خواہش نفس کے پیچھے بھاگنے والا ہے چلنے والا ہے﴿وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ میں سے ہے۔

دنیا کی زندگی کو کون ترجیح دیتا ہے جس کا نفس آزاد ہو یا قید ہو؟ آزاد نفس ہے اس کی مرضی ہے۔اب کافر کے لیے دنیا جنت ہے اس کی مرضی ہے کیا روکے گا اسے کافر کو کافر نے اگر کوئی چیز چھوڑنی ہے تو لوگوں کے ڈر سے چھوڑے گا یا اپنے مفاد کے لیے چھوڑے گا اللہ کے ڈر سے کیا چھوڑے گا وہ! لیکن مومن جب کوئی چیز چھوڑتا ہے تو اپنے ربّ کے ڈر سے چھوڑتا ہے۔ دونوں برابر ہیں کیا؟ تو یقیناً اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

یہ توسب ہو گیا پتہ بھی چل گیا انجام کا پتہ بھی چل گیا قیامت آئے گی کب یہ؟ الطامۃ الکبریٰ کب آئے گی سوال تو پھر بنتا ہے ناں دماغ میں تو پھر آتا تو ہے ناں! یہ صرف ہمارے لیے نہیں ہے یہ تا قیامت پیغام رہے گا۔ یہ اس دن کے لیے بھی ہے جب ابو جہل ابو لہب یہ سنتے رہے تھے، جب مومن بھی سن رہے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سن رہے تھے۔ تو پھر قیامت آئے گی کب یہ الطامۃ الکبریٰ کب آئے گی؟ تو دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ سوال کرتے ہیں جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں تاکہ تیاری کریں مرنے کی اور اپنے انجام کی دیکھنے کے لیے بھئی آج سے تیاری کرنا شروع کر دیں۔ دوسری قسم کے لوگ جو صرف مذاق اڑاتے رہتے ہیں کہاں پر ٹھیک بات ہے کہاں پر سچ بات ہے کچھ بھی نہیں ہے بس، اچھا آنی ہے تو کب آئے گی پھر؟

اور بعض لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں، اچھا اگر ہمیں پتہ چل جائے ناں کہ قیامت کب آئے گی ابھی پوچھ لیتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو جب آئے گی تو اس سے پہلے ہی ہم ایمان لے کر آئیں گے اور پھر مر جائیں گے یا جب قیامت کا پتہ چلے کب آنی ہے اس سے پہلے ہی ایمان لے کر آئیں گے ہم اپنے آپ کو سدھار لیں گے ہم۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا﴾(النازعات:42-46) (اے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی اس کا قیام کب ہو گا؟) ﴿فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا﴾ (تمہیں کیا کام اس کے ذکر سے) ﴿اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا﴾ (اس کی انتہا تیرے ربّ کی طرف ہے) ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا﴾ (آپ تو صرف اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈر جائے)۔ ﴿مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا﴾ جو قیامت سے ڈرتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو لیتا بھی ہے اور ڈرتا بھی ہے۔

﴿كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ (گویا وہ جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا لگے گا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اس کی ایک صبح)۔

ہر انسان چاہے وہ دنیا میں ایک دن زندہ رہا ہو یا دس دن زندہ رہا ہو یا دس سال زندہ رہا ہو یا پچاس سال زندہ رہا ہو یا ستر سال یا سو سال یا اس سے زیادہ یا اس سے کم جس دن قیامت کو دیکھ لیں گے اور دنیا کے بارے میں پوچھا جائے گا ان کو یوں لگے گا کہ وہ ﴿لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾۔﴿عَشِيَّةً﴾ زوال کے بعد سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک اور﴿ضُحٰىهَا﴾ سورج نکلنے سے لے کر زوال کے وقت تک یعنی ایک دن پورا یا اس کا آدھا۔ یہ ساری زندگی وہ بے چارا سمجھ رہا ہے ستر سال والا بھی یہی کہے گا﴿عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ سو سال والا کہے گا﴿عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ اور دس سال والا بھی یہی کہے گا﴿عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾۔ لمبی زندگی اس کے لیے خیر ہے جس کی زندگی بھی لمبی ہو عمر بھی لمبی ہو اور اپنے ربّ کا فرمانبردار بھی ہو، موحد اور متبع سنت ہو اپنے ربّ کا فرمانبردار ہو۔ اور بد ترین انسان ہے وہ جس کو اللہ تعالیٰ عمر تو لمبی دے دے لیکن وہ نافرمانی پر اتر جائے اپنے ربّ کو ناراض کرتا رہے۔

دونوں جس کی عمر پچاس سال میں ختم ہوئی یا سو سال میں ختم ہوئی دونوں مرنے کے بعد میدان محشر میں یہی کہیں گے جب سوال کیا جائے گا کہ کتنی زندگی گزار کر آئے ہو دنیا میں؟﴿لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾۔ واللہ اعلم۔

"سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ"

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضیٰ بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (079: سورۃالنازعات کی مختصر تفسیر) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio